ڈاکٹر فضل الرحمن ۔ سربراہ وفد پاکستان

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سادات کرام! میں اپنے وفد کی طرف سے پاکستان کے عوام اور اس کی حکومت کا بہترین سلام و احترام جلالۃ الملک المعظم اور مملکت سعودی کے عوام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ صدر پاکستان محمد ایوب خان نے جلالۃ الملک المعظم کو، جن کی ذات گرامی اور ان کے عوام کا ان کے دل میں بڑا احترام ہے ، بڑا پر جوش سلام بھیجا ہے ۔ ہماری خدا تعالیٰ سے یہ دعا ہے اور ہم صدق دل سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ اس وقت ہمارے درمیان جو مستحکم روابط ہیں وہ بڑھیں اور ان میں روز بروز ترقی ہو ۔

ہم اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ کے شکر گذار ہیں کہ آپ نے ہمیں اس بلد امین میں دنیا کے تمام حصوں کے مسلمانوں سے ملنے کا یہ قیمتی موقع بہم پہنچایا تاکہ ان اہم اساسی مسائل پر غور کیا جائے جن کا تعلق امت اسلامیہ کی نوعیت تشکیل اور اسے ایک صالح اسلامی معاشرہ بنانے سے ہے اور یہ کہ نئی دنیا کی تعمیر میں اس کا کیا مقام ہو کہ اس پر انسانیت فخر کر سکے ۔

اسلام ان تمام فرائض کے ساتھ جو اللہ نے اپنے بندوں پر عائد کئے ہیں ، دو بنیادی باتوں پر بے حد زور دیتا ہے - اللہ کی وحدانیت اور اس کے بندوں کے مابین عدل و مساوات ـــ اگر ہم سورتوں کو تنزیل کی ترتیب سے پڑھیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آئے گی کہ اولین دور میں قرآن کریم نے **قل ھو اللہ احد** کہا اور توحید الہیٰ پر زور دیا تو اس کے ساتھ ھی اس نے یہ اعلان بھی کیا کہ اجتماعی اور اقتصادی عدل کے بغیر اقامت دین ممکن نہیں ۔ چنانچہ ارشاد ھوتا ہے ۔

ارأيت الذي يكذب بالدين ، فذلك الذی یدع الیتیم...الخ

اسلام بڑی سرعت سے پھیلتا رہا اور اس کی قوتوں میں فروغ ھوتا رہا ۔ لیکن آخر میں لوگوں نے اس کو محض رسوم و روایات کا مجموعہ بنا لیا اور پھر

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

جوں جوں زمانہ گذرتا گیا ، ان روایات و رسوم میں اضافہ ہوتا گیا ۔ اجتماعی زندگی کٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ۔ عدل و مساوات ختم ہو گئے ، وہ ترقی اور پیش روی رک گئی جن کی طرف قرآن و سنت نے دعوت دی تھی ۔

معاشرے کے ڈھانچے میں اندرونی خلفشار آیا تو امت مسلمہ کی سرحدوں میں بھی دراڑیں پڑ گئیں ۔ ملی شیرازہ بندی منتشر ہونے لگی ۔ آخر کار وہ امت مسلمہ جسے قرآن کریم نے "امۃ وسط ، شھداء علی الناس اور خیرامۃ اخرجت للناس" کہا تھا ، مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی ہر استعماری قوت کے حملوں کا ہدف بن کر رہ گئی ۔

ممالک اسلامیہ پر یہ جو سیاسی استعمار مسلط ہوا اگر ہم اس کا تجزیہ کریں تو ہمیں یہ پیچ در پیچ اور تہ بہ تہ نظر آتا ہے ۔ ہم ان پاٹوں میں سے جن کے درمیان عالم اسلام پس رہا تھا چار پاٹوں کو ممیز کر سکتے ہیں ۔ دو بڑے پاٹ تو وہ ہیں جو ممالک اسلامیہ میں بالعموم ایک دوسرے کے بالمقابل آتے رہے ، اور بعد ازاں مشرق وسطی میں متصادم ہوئے اور یہیں مرتکز ہو گئے ۔ یہ تھے مغربی اور روسی استعمار کے پاٹ جن کے درمیان مشرق وسطی کے مسلمان پستے رہے ۔ رہے باقی ممالک تو وہ بھی ان میں سے ایک یا دوسرے استعمار کے زیر تسلط آ گئے ۔

ان دونوں زبردست استعماروں کے نتیجے میں قریب تھا کہ اسلام کے کوئی آثار باقی نہ رہتے ۔ لیکن یہ آثار باقی رہے اور اسلام کا نام و نشان نہیں مٹا کیوں کہ اگر جنوب سے آنے والی استعماری ہوائیں ان پر گرد و غبار ڈالتیں تو شمال سے آنے والی ہوائیں اس گرد و غبار کے ہٹانے کا کام کر دیتی تھیں (۱) غرض مغربی استعمار کے حملوں کا رد مشرقی استعمار سے ہوتا اور اس طرح یہ سلسلہ جاری رہا ۔

رحمت ایزدی کو — جیسا کہ قرآن حکیم میں اس کا وعدہ کیا گیا تھا ۔

---

(۱) یہاں معلقہ زہیر کے مطلع

امن ام اوفی دمنۃ لم تکلم　　　بحومانۃ الدراج فالمتثلم

اور معلقہ امرء القیس کے شعر

فتوضح فالمقراۃ لم یعف رسمہا　　　لما نسجتہا من جنوب و شمال

کی طرف اشارے ہیں ۔

منظور تھا کہ یہ نور اتمام کو پہنچے ۔ آخر اس سیاسی استعمار کو پسپائی اختیار کرنی پڑی ۔ لیکن یہ بات بڑی افسوس ناک ہے کہ جب ان استعماروں کی موجیں پیچھے ہٹیں تو ہم نے دیکھا کہ دو نئے استعماروں کی موجیں آگے بڑھ رہی ہیں ۔ ان دونوں نے پہلے استعماروں سے قوت حاصل کی ہے چنانچہ یہ ان سے کہیں زیادہ اسلام کے لئے خطرناک ہیں ۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ میں اس مسئلہ کو سیاسی طور پر نہیں بلکہ علمی سطح پر پیش کر رہا ہوں تاکہ ارباب سیاست کو معلوم ہو کہ جدید استعمار کی فلسفی اور فکری بنیادیں کیا ہیں ۔

یہ دونوں استعمار ہیں یہودی صیہونیت اور ہندو سامراج ۔ شاید آپ یہ سوال کریں کہ میں نے ان دونوں کا یکجا کیوں ذکر کیا ؟ اس لئے کہ ان دونوں کی صفات مشترک ہیں اور ان کے فلسفے کی بنیادیں ایک ہی ہیں ۔ صیہونیت کا دعویٰ ہے کہ یہود تمام دنیا کے انسانوں میں سے اللہ کی برگزیدہ نسل ہے اور یہودی خون ، یہودی مذہب اور زمین (جسے انہوں نے اسرائیل کا نام دیا ہے) تینوں لازم و ملزوم ہیں ۔ یہی دعویٰ جارحیت پسند ہندو مت کا ہے ۔ دونوں میں سر مو تفاوت نہیں ۔ ہندو مت کا کہنا ہے کہ دھرتی ماتا (بھارت) ، ہندو نسل اور ہندومت لازم و ملزوم ہیں ۔ اگر کسی کو اس میں شک ہو تو وہ ہندوؤں کی کتب ملاحظہ کریں ۔ متعصب اور غالی ہندوؤں کی ہی نہیں بلکہ گاندھی جیسے آزاد خیال لوگوں کی تحریروں میں بھی یہی باتیں ملیں گی۔ اسی لئے اسلام کے دل میں ایک ناسور اسرائیل کی شکل میں رکھا گیا تو دوسرا ناسور کشمیر کا ہے ۔ بھارت کا دعوی ہے کہ کشمیری اپنا حق خود ارادیت پہلے ہی استعمال کر چکے ہیں ۔ بہت خوب ! متنبی نے ایسی ہی ستم پروری پر کہا تھا ۔

فيك الخصام ، وانت الخصم والحكم

بھارت آئے دن ہندوستان کے مسلمانوں کو ختم کرنے اور ان سب کو وہاں سے نکالنے کی دھمکیاں دیتا رہتا ہے ۔ ہم ان سب امور کے بارے میں بھارت سرکار کو مورد الزام نہیں ٹھہراتے لیکن ان دو باتوں کی ذمہ داری تو بہر حال بھارت سرکار پر ہی عائد ہوتی ہے ۔

اول : اھالیان کشمیر کو حق خود ارادیت کے استعمال سے محروم رکھنا ۔

دوم : مشرقی ھندوستان سے برابر مسلمانوں کا انخلا اور کثیر تعداد میں پاکستان میں دھکیلنا، جب کہ پنڈت نہرو نے وعدہ کیا تھا کہ یہ اخراج آئندہ نہیں ھوگا ۔ (لیکن برابر جاری ھے) ۔

جہاں تک ھندوستان میں مسلمانوں کوختم کرنے اور ان کی قتل و غارت کا سوال ھے ۔ مانا کہ اس کی ذمہ داری براہ راست حکومت ھندوستان پرعائد نہیں ھوتی ۔ لیکن ھندوستان میں متعصب ھندووں کی ایسی پارٹیاں اور منظم و مسلح گروہ موجود ھیں جو نہتوں کا خون بہانے سے دریغ نہیں کرتے اور حکومت ان کو روکنے پر قادر نہیں ۔ جیسا کہ کلکتہ کے فسادات کے بعد جنوری ۶۴ء میں مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ نے اعتراف کیا :

> ''مسلمانان ھندوستان کی قتل و غارت گری اور عورتوں کی آبرو ریزی کے جو واقعات ھوئے ھیں ان کی وجہ سے میں بے حد شرمندہ ھوں ۔ مجھے اعتراف ھے کہ پولیس کے بعض لوگ بھی ان متعصب ھندووں سے مل گئے تھے ۔ یہی ھماری سب سے بڑی مشکل ھے'' ۔

ھمارے لئے استعمار نے اور بھی بہت سے جھگڑے چھوڑے ھیں ۔ اسی قسم کا ایک قضیہ قبرص کی ترک اقلیت کا ھے ۔ میکاریوس کی حکومت وھاں سے مسلمانوں کی مکمل بیخ کنی کے درپے ھے ۔ اسی قسم کے اور بہت سے قضیے ھیں جو مؤتمر کے اس اجلاس میں ھمارے سامنے آئیں گے ۔

ھمارا اولین فرض یہ ھے کہ ھم اپنی سرحدوں کے ان شگافوں کو جلد از جلد بھریں اور پانی کا رخ صحیح سمت میں موڑ دیں تاکہ معاملات کی عنان اختیار خود ھمارے ھاتھ میں آئے ۔ صرف اس طرح ھی مسلمانوں پر ظلم وجور ختم ھو سکے گا ۔ ھم پر یہ بھی فرض ھے کہ ھم سب مسلمان استعمار اور خارجی دشمنوں کے خلاف ایک مضبوط متحدہ محاذ ھوں ۔ قرآن کریم مسلمانوں کو **بنیان مرصوص** (سیسہ پلائی ھوئی دیوار) کہتا ھے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے کہ المسلمون کبنیان مرصوص یشد بعضہ بعضا ۔ اگر ہم اس معیار پر پورے نہیں اترتے تو یقیناً ہم سچے مسلمان نہیں ہیں ۔

یہ سب کچھ کرنے کے بعد ایک کام باقی رہ جاتا ہے اور وہی حقیقی اسلامی عمل ہے ۔ وہ ہے معاشرے کی قرآن و سنت کی بنیادوں پر تعمیر نو ۔ کیوں کہ ذہنی اور ثقافتی استعمار ظاہری سیاسی استعمار سے کہیں زیادہ خطرناک ہے ۔ ارشاد الٰہی ہے وقال الذین کفروا ربنا ارنا الذین اضلانا من الجن والانس نجعلهما تحت اقدامنا لیکونا من الاسفلین ۔

(حم السجدہ : ۲۹)

ہمارے معاشرے میں ایسے طبقات بھی ہیں جن کو حقیقی معنوں میں اسلام کا کوئی علم نہیں ۔ بعض اوقات ان کا ایمان ان کے علم سے بھی ضعیف ہوتا ہے ۔ چنانچہ کبھی وہ مغربی علمانیت اور لادینیت کی طرف جھکتے ہیں اور کبھی اشتراکیت کی طرف چل پڑتے ہیں اور اسی گومگو میں اندھوں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں ۔ بعض ایسے ہیں کہ جو اجنبی ثقافتوں کے رذیل اخلاق کے دلی گرویدہ ہو چکے ہیں ۔ ظلم صرف یہی نہیں بلکہ دوسرے طبقے کی روایات کی اندھی اور جامد تقلید جو بصیرت سے محروم ہے ، اسلام کے حق میں اجنبی ثقافتوں سے کہیں زیادہ خطرناک ہے ۔

جامد اور متحجر ذہنوں سے زندگی کی توقع نہیں کی جا سکتی ۔ اس لئے لازمی ہے کہ گہری بصیرت کے ساتھ قرآن حکیم اور سنت نبی کریم کی طرف رجوع کریں اور اپنے عظیم فقہی ورثے سے استفادہ کریں اور اس میں ایمان ، علم اور تجربہ ہمارا شعار ہو ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دو ایسی مفصل اور جامع کتابیں لکھی جائیں ۔ جن میں سے ایک تو صحیح اسلامی بنیادوں پر معاشرے کی تشکیل و ترقی کی تفاصیل سے بحث کرے اور دوسری موجودہ حالات میں قانون اسلامی کی تطبیق کے طریقے متعین کرے ۔ ہم مسلم حکومتوں سے مطالبہ کریں گے کہ وہ باہمی تعاون سے ان دونوں منصوبوں کو عملی جامہ پہنائیں ۔

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ